

## برصغیر کی عربی شاعری پر فارسی اثرات

ڈاکٹر عبدالکبیر محسن ☆

برصغیر پاک و ہند میں فارسی زبان و ادب کی آمد چوتھی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی جب سلطان محمود غزنوی نے سرزمین ہندوستان پر اپنے حملوں کا آغاز کیا، ان حملوں کے نتیجے میں موجودہ پاکستان کے اکثر شہروں پر اس کی حکومت قائم ہوئی، عرب فاتحین کی بدولت عربی کو فروغ ہوا، اب فارسی بود و باش والے فاتحین کی وجہ سے فارسی زبان متعارف ہوئی۔ بعد میں آنے والے اکثر مہم جو اسی زبان و ثقافت کے حامل تھے اور پھر جب مغلوں کی وسیع اور طاقتور حکومت کا قیام ہوا تو سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے فارسی کو نہایت فروغ ہوا اور ہزاروں ادیب و شاعر منصفہ ادب پر نمودار ہوئے جنہوں نے اس کی قدر میں اپنی تخلیقات سے اضافہ کیا۔ عربی زبان اس دوران سکڑ کر دینی مدارس تک محدود ہو گئی تھی اور اس کا دائرہ اثر محدود تھا۔

فارسی کی اس نشر و اشاعت اور فروغ کے سبب ایک ایسا دہستان ادب معرضِ ظہور میں آیا جس سے متعلق ہزاروں ادیب شعری و نثری تخلیقات میں، خواہ وہ برصغیر کی کسی بھی زبان میں ہوں، فارسی اثرات سموتے نظر آتے ہیں۔ اور ایک کثیر تعداد ان شعراء کی ہے جو یک وقت، فارسی، عربی اور اردو، تینوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے، ایک زبان میں ان کی شاعری دوسری زبان میں ان کی شاعری کا ترجمہ اور پر تو محسوس ہوتی ہے اور وہ ایک جیسے افکار و خیالات کی ترجمانی تینوں زبانوں کی شاعری میں کرتے تھے۔ زیر نظر مقالہ میں برصغیر کے آخری دور کی عربی شاعری پر فارسی اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس اثر انگیزی کی

جیتیں متعین کی گئی ہیں، اس ضمن میں ان قصائد کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا جو اگرچہ فارسی میں نظم کیے گئے مگر ان میں عربی اشعار بھی ملتے ہیں یا ایک مصرعہ فارسی کا ہے تو دوسرا عربی کا۔ گلستان سعدی میں متعدد عربی اشعار سموائے گئے ہیں۔ اسی طرح دیوان حافظ میں عربی و فارسی پر مشتمل اشعار ہیں۔ مثلاً:

ألا يا أيُّها السَّاقِي أَدِرْ كَأْساً وِناولِها

کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلیا

اسی قصیدے کا آخری شعر اس طرح ہے:

بِحُضُورِیِ گِرمِیِ خِوابِیِ از وِغائبِ مِشِوِحافِظِ

مَتی مَاتَلَقَ مِنْ تَهْوِیِ دَعِ الدُّنْیا وِ اَمْهَلِها

ناقدین فن ایک قصیدے یا قصیدے کے کسی شعر میں دو زبانوں کے اختلاط کو تلمیح کہتے ہیں۔<sup>(۱)</sup> لغت میں تلمیح گھوڑے کے جسم میں دھبوں کو کہتے ہیں جن کا رنگ باقی جسم سے مختلف ہوتا ہے۔ اس طرح کا اختلاط درج ذیل صورتوں میں پایا گیا ہے:

۱۔ شعر کے دو مصرعوں میں سے ایک عربی دوسرا فارسی میں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مثال سے ظاہر ہے۔

۲۔ ایک ہی مصرعہ کے کچھ الفاظ عربی کے اور کچھ فارسی کے ہوں، صاحب نفحة الیمن نے ایک عربی شاعر عباس بن علی المکی الیمنی کے چند اشعار اس صراحت کے ساتھ نقل کیے ہیں کہ یہ فارسی طرز سخن ہے، مثلاً:

لی شادین اَضْنی الحِشْنا      بالسَّجَرِ مِنْ چِشمانه

أَصْمی الفُؤادِ وِصانِی      بالتَّیْرِ مِنْ مَرْگانه

دیوانه گِشتمِ عِنْدما      شَاهِدَتْ ماہِ جِماله<sup>(۲)</sup>

۳۔ رباعی کے چار مصرعوں میں سے آخری مصرعہ فارسی میں ہو، جیسا کہ حسب ذیل شعرہ آفاق رباعی میں ہے:

یا صاحب الجمال و یا سید البشر من وجهک المنیر لقد نور القمر  
لا یمكن الثناء كما كان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر  
۳۔ تلحیح کے ضمن میں شاہ احمد رضا خان بریلوی کے تفسیر طبع نے چوتھی صورت یہ  
ایجاد کی کہ اپنے ایک قصیدہ میں چار زبانیں استعمال کیں۔ وہ اس طرح کہ ہر شعر  
چار زبانوں پر مشتمل ہے۔ پہلے مصرعہ کا آدھا حصہ عربی پھر فارسی اسی طرح  
دوسرے کا آدھا حصہ ہندی پھر اردو، ایک شعر ملاحظہ ہو :

لم یأت نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

بگ راج کو تاج تورے سر سوئے تجھ کو شہدہ دوسرا جانا (۳)

تلحیح میں شعرائے برصغیر نے جو دت طبع کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے عربی شاعری  
میں فارسی تراکیب اور بندشیں، اور فارسی شاعری کرتے ہوئے عربی الفاظ و عبارات خصوصاً  
قرآنی اقتباسات کا نہایت موزوں استعمال کیا۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں :

عمرے یارانِ زماں شد درپے آزار تلف

قل لہم ان ینتہوا یُغْفَرَ لہم ما قد سَلَفَ (۴)

ألا یا ایہا الساقی ادر کأساً وناولہا

کہ بریادشہ کوثر نہا سازیم محفلہا (۵)

عجب دارم کہ توبا این تباہی

بما لَفَقْتَ من شعر تباہی (۶)

فارسی اثرات کے ضمن میں اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے :

۱۔ فارسی الفاظ کا عربی شاعری میں استعمال۔

۲۔ فارسی اصناف سخن کا عربی شاعری میں استعمال۔

## فارسی الفاظ کا عربی شاعری میں استعمال

فارسی کے متعدد الفاظ زمانہ جاہلیت سے عربی زبان کا حصہ رہے ہیں ان میں سے بعض الفاظ قرآن پاک میں اور کچھ عربوں کی شاعری میں مستعمل ہوئے، دور عباسی میں فارسی اثر و نفوذ کے پیش نظر شعراء نے کثرت سے فارسی الفاظ کو اپنی عربی شاعری میں استعمال کیا۔

برصغیر کی عربی شاعری کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں فارسی افکار و خیالات کے ساتھ ساتھ نئے الفاظ کا استعمال ہوا جو اس سے قبل نہ ہوئے۔ راقم نے غلام علی آزاد کے دیوان (سبعہ سیارہ) کے پہلے تین حصوں سے مندرجہ ذیل فارسی الفاظ جمع کیے۔

دلپذیر، زرجس (زگس کی تعریب) سراقق (اصلاً فارسی ہے) ہستان، ہنج (فارسی ہے)، سرو (فارس و برصغیر کے ایک درخت کا نام)، فراخ (فرخ کی جمع جو فرسنگ کی تعریب ہے)، نیروز (فارسی سال کا پہلا دن جس کو وہ بطور عید مناتے ہیں)، خفت، درود، اسی طرح مرکب آنزدیک، الماس اور عندلیب۔

ایک معاصر شاعر (۷) نے فارسی ترکیب ”نگ اسلاف“ کو اس طرح استعمال کیا:

ولم یکن (ننگ اسلاف) جہابذہ بل المذکر أسلافا ذوی شان (۸)

## فارسی اصناف سخن کا عربی شاعری میں استعمال

دور قدیم سے دور حاضر تک عربی شاعری میں تمام مضامین اور موضوعات کو قصیدہ میں بیان کیا جاتا ہے جبکہ سخنوران فارس نے متعدد شعری صنفیں ایجاد کیں جن میں درج ذیل برصغیر کے عربی کے شعراء نے اختیار کیں:

۱۔ مستزاد: اس سے مراد ہر مصرعہ کے آخر میں یا بیت مکمل ہونے کے بعد اسی وزن میں ایک لفظ یا جملے کا اضافہ کرنا۔ قافیہ کا مطابقت کرنا ضروری نہیں۔ آزاد بلعربی کے آمدہ قطعہ میں اس طریق کو اختیار کیا:

یا ساجعاً علی ائیل الجبل      أُرْوِيَتْ غصونَه بماءِ المَقْل  
رَوَاكِ اللهُ

تَرْوِينَ حَدِيثِ جِبْرِتِي مِنْ إِصْمِ      أَحْيَيْتَ بِنُكْرِهِمْ أَسِيرَ الاجْلِ  
حَدِيَاكِ اللهُ (۹)

عبدالجلیل بلگرامی نے درج ذیل قطعہ میں مستزاد کیا، یہ قطعہ چار زبانوں پر مشتمل

ہے:

فی خیر قدوم	جاء النیروز بالنشاط الاوفی
ترد رہی جہوم	یولین درم پھل لہلہی بن اولہا
قتلغ بسوم	نیکی کند وز کلدی بولوی یش
آورد ہجوم (۱۰)	چوں شہپر طاوس گل اندر صحرا

۲۔ ردیف: اس سے مراد ایک ہی لفظ، جس پر ہر مصرعہ کا اختتام ہوتا ہے۔ آزاد بلگرامی کے چوتھے دیوان میں اس طرح کے کئی قصیدے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

رشاً الأبیرقِ قاتلِ واللہ      إن المحب لغافل واللہ  
قدر القلوب من الصفاء یلوح      ثمن الجواهر بالجللاء یلوح  
پہلے شعر میں ردیف لفظ ”واللہ“ ہے جبکہ دوسرے میں ”یلوح“۔

۳۔ رباعی: یہ فارسی صنف سخن چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ پہلا، دوسرا اور چوتھا ہم قافیہ جبکہ تیسرا مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ فارسی میں رباعی ہرج مٹھن میں موزوں کی جاتی ہے اور اس کے چوبیس وزن ہیں۔ یہ صنف کثرت سے استعمال ہوئی اور شعراء کے ہاں اسے قبول عام ملا۔ قدیم عربی شاعری میں اس کا وجود نہیں۔ مشہور مصری ادیب و مولف ڈاکٹر ابراہیم انیس نے اپنی کتاب ”موسیقی الشعر“ میں رباعی پر بحث کرتے ہوئے اسے فارسی الاصل قرار دیا۔ (۱۱) ان کی تحقیق کے مطابق عباسی دور کے بعض عرب شاعروں نے رباعی میں طبع آزمائی کی۔ مگر ان کی رباعیاں فارسی وزن کی جائے عربی جڑوں اور اوزان میں ہیں صرف شکلی اعتبار سے انہیں رباعیاں کہہ سکتے ہیں۔ دور حاضر کے کچھ عرب شعراء

نے فارسی وزن پر رباعیاں کہی ہیں۔  
 ڈاکٹر مصطفیٰ صادق رافعی کے مطابق عربوں میں صفی الدین طلی (ساتویں صدی  
 ہجری) پہلا شاعر ہے جس نے رباعی کہی۔ (۱۲)

شعراے بر صغیر کے عربی کلام میں متعدد رباعیاں ملی ہیں کچھ تو عرب شعراء کی  
 طرح شکار رباعی ہیں یعنی چار مصرعے کسی عربی وزن پر موزوں کیے۔ مثلاً آزاد کی یہ رباعی:

طِبُّ يَانَسِيمًا عَاطِرَ الْأَكْمَامِ      اصْبَحْتَ فَاتِحَ الْأَكْمَامِ  
 وَأَتَيْتَنِي مِنْ جِبْرِتِي بِتَحِيَّةٍ      فَارْجِعْ إِلَيَّ عَتَبَاتِهِمْ بِسَلَامٍ (۱۳)

یہ رباعی بحر کمال میں ہے۔ جبکہ درج ذیل رباعیاں شکل اور وزن دونوں اعتبار سے  
 فارسی طرز پر ہیں۔ محمد یوسف بلگرامی کی یہ رباعی:

قَدْ شَرَّفَ سَيْدِي رَفِيعُ الْمِقْدَارِ      رَوْضِي لَيْتِي بِهَ جَمَالِ الْأَزْهَارِ  
 رَحَبْتُ بِهِ وَقَلْتُ أَهْلًا وَسَهْلًا      حَيْكَةَ اللَّهِ أَنْتَ نُورُ الْأَنْوَارِ (۱۴)

دور حاضر کے عربی اور اردو زبانوں کے شاعر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف  
 کے کلام سے ایک رباعی ملاحظہ ہو جو آنحضرت علیہ السلام کی مدح و توصیف میں ہے:

أَنْوَارُكَ فِي الدُّجَى دَلِيلُ الْخَيْرَاتِ      أَلطَّفُكَ لِلْعَبِيدِ سَحَابُ الْبَرَكَاتِ  
 لَمْ نَذَرِ سِوَاكَ مُوَسِّئًا فِي الْبَلَوَى      مَنْ غَيْرُكَ فِي الْوَرَى مُجِيبُ الدَّعَوَاتِ (۱۵)

۳۔ مثنوی: فارسی اصناف سخن میں مثنوی ایک طویل نظم ہے جس کا ہر شعر مستقل  
 قافیہ رکھتا ہے اور اس کا دونوں مصرعوں میں پایا جانا ضروری ہے چونکہ فارسی مذاق شعری  
 میں طویل قصوں اور قدیم تاریخ کو نظم کرنے کا رواج ہے، لہذا مثنوی کی ایجاد عمل میں  
 آئی۔ اس کی مشہور مثالوں میں شاہنامہ فردوسی اور مثنوی رومی ہیں، اوّل الذکر ساٹھ ہزار  
 اشعار پر مشتمل ہے۔ مثنوی کے آغاز میں شاعر حمد و ثناء اور آنحضرت کی مدح میں اشعار  
 نظم کرتا ہے۔ بعد ازاں حاکم وقت کی توصیف میں چند اشعار ذکر کر کے اشہب قلم کھلا چھوڑ  
 دیتا ہے، طویل قصے نظم بند کیے جاتے ہیں۔ آزاد بلگرامی نے (مظہر البرکات) کے نام سے

ایک مثنوی سپرد نظم کی جو سترہ حکایتوں پر مشتمل ہے، یہ مثنوی مولاناؒ روم کی طرز پر ہے۔ اسی طرح شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کے کلام میں متعدد مثنویاں ہیں۔ ایک مثنوی کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

بل ہوما استعجلوا خزی الیم      أرسلت ریح بتعذیب الیم  
قل کزرع أخرج الشطء إلى      أزر فاستغلظ ثم استوی  
یُعجب الزراع کالماء المَعین      کئی یُعِیظُ الکافرین الظامین (۱۶)

۵۔ تخلص: فارسی شعراء کے زیر اثر برصغیر کے عربی شاعروں نے اپنے شعری نام رکھے جنہیں تخلص کہتے ہیں۔ عربوں کے ہاں آج تک اس کا رواج نہیں۔ عموماً قصیدے آخری شعر (مقطع) میں تخلص ذکر کیا جاتا ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شاعر اس کو ذکر کر کے اپنی نظم سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی ضرورت اس لیے پڑی کہ ہما اوقات اصلی نام وزن پر پورے نہیں اترتے۔ شعراء برصغیر میں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے تخلص امین کی جائے لقب (ولی اللہ) کو ذکر کرتے تھے جیسا کہ کہا:

ویر جو ولی اللہ فی حق نفسہ      و فی الصحب والاولاد أوسع رحمة  
غلام علی بلگرامی کا تخلص آزاد تھا

أقام آزاد فی سقام      وانما المصطفى طیبی  
اس کا ہمعصر شاعر باقر مدراسی تخلص باآگاہ تھا:

آگاہ تناهت حیرتہ      أدركه الہی بالکرم  
ایک اور شاعر یعقوب عیش کا تخلص راغب ہے:

أنشودة من راغب فی نعتہ      غنّت بہافی أیکھا اللاطیار

۶۔ غزل: یہ بھی فارسی صنف سخن ہے جس کا موضوع اول تا آخر تغزل ہے۔ عربی ادب میں تغزل کے لیے مستقل قصائد نہ تھے بلکہ عرب شاعر یہ شوق کسی بھی موضوع پر نظم کردہ قصیدے کے ابتدائی اشعار میں پورا کرتے تھے، اس کو تشبیب اور نسیب کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، لغت میں تشبیب آگ بھڑکانے کے لیے پھونک مارنے کو

کہتے ہیں۔ گویا شاعر اپنی جودت طبع کو ممیز لگانے کے لیے تشبیب کا سہارا لیتے تھے۔ برصغیر کے شعرائے عربی زبان نے غزل کے لیے نہ صرف عربی قالب اور بیت میں مستقل قصائد نظم بند کیے بلکہ فارسی قالب کو بھی اختیار کیا۔ فارسی سخن میں غزل باقاعدہ صنف ہے جو صرف عشقیہ بیان و موضوع کے لیے خاص ہے، یہ عموماً تین سے بارہ اشعار پر مشتمل ہوتی ہے اور مقطع میں تخلص کا ذکر ضروری ہے۔ اس کا ہر شعر معنی کے اعتبار سے مکمل ہے جبکہ عرب شاعر ایک معنی کئی اشعار میں تقسیم کر کے ادا کرتے ہیں۔ باقر آگاہ کی فارسی طریقہ پر کسی گئی ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

قد صَيَّرَنِي الْهَوَىٰ جَذَاذَا	یا لیتنی مِتْ قَبْلَ هَذَا
مَا أَفْعَلُ لَمْ أَجِدْ لَأَهِي	فِي صَخْرٍ فَوَادِيهَا نَفَاذَا
آگاہ اِذَا هَرَّاقِ دَمْعَا	أَغْمَضْتُ وَخَلَّتْهُ رَذَاذَا (۱۷)

آزاد بلغرامی کے دیوان سبہ سیارہ کا غالب حصہ غزل کے مستقل قصائد پر مشتمل ہے۔

۷۔ ترجیع بند یا ترکیب بند: اس صنف شعری میں قصیدہ مسلسل اشعار کی جائے قطعوں میں تقسیم ہوتا ہے ہر قطعہ کے نو بیٹے، ہم قافیہ و ہم وزن ہوتے ہیں پھر ایک مختلف قافیہ والا بیٹے، جو ہر قطعہ کے بعد دہرایا جاتا ہے۔ آزاد بلغرامی کے ایک ترکیب بند سے پہلے قطعہ کے دو اشعار نذر قارئین ہیں:

مولاى حَزِنْتُ فِي هَوَاكَا	من يَكشِفُ غَمَّتِي سَوَاكَا
أَلْفَيْتُكَ فِي الضِّيَاءِ شَمْسَا	يُذِرِي الْعَبْرَانَ مِنْ يِرَاكَا

یہ قطعہ نو اشعار پر مشتمل ہے جس کے بعد مختلف قافیہ والا ایک شعر ہے جس کو ہر قطعہ کے بعد دہرایا گیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

إِنْ نَقَتِ الْمَوْتَ لَا أَبَالُ	حِيَاكَ اللَّهُ ذُو الْجَلَالِ
-----------------------------------	--------------------------------



۸۔ فارسی اثرات کے ضمن میں ان قصائد کا ذکر بے محل نہ ہوگا جو فارسی بحر میں سپرد نظم کیے گئے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ایک قصیدہ سے دو بیت ملاحظہ ہوں:

یا سائراً لحواطمی باللہ قف فی بانہ

واقراً طوامیر الجویٰ منی علی سکانہ

إن یسئالوا عن حالتی فی السقم منذ فقدتہم

فالقلب فی خفقانہ والرأس فی دورانہ (۸)

یہ بحر کمال میں ہے جو ایک بیت میں چھ مرتبہ متقابلن آتا ہے مگر یہاں آٹھ مرتبہ ہے اس شکل میں وہ فارسی بحر بن جاتی ہے۔

مسلمانان برصغیر پر فارسی اثرات کا دائرہ بہت وسیع اور بے شمار پہلوؤں کو محیط ہے یہاں صرف آخری دور کی عربی شاعری موضوع مقالہ رہی، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح، طاقت ور اور صاحب ثروت اقوام کی تہذیب و ثقافت اور زبان و ادب کو مفتوح، کمزور اور کم ترقی یافتہ قومیں ہاتھوں ہاتھ لیتی ہیں۔ یہ دور عروج دنیا کی کئی تہذیبوں اور زبانوں کو نصیب ہوا جن میں عربی اور فارسی شامل ہیں اور پچھلی دو صدیوں سے انگریزی زبان و تہذیب کا مقدر بنا ہوا ہے۔

وتلك الأيام نداولها بين الناس

## حوالہ جات

- ۱۔ آزاد بحرانی، غلام علی، سیمہ المرجان فی آثار ہندوستان صفحہ ۲۰۷، طبع شدہ بمبئی ۱۳۰۳ھ، ہندوستان
- ۲۔ احمد الخیر وانی، لہذا الیمن ص ۱۷۰، مطبعہ فتح الکریم، بمبئی، ہندوستان
- ۳۔ دیکھئے ان کا دیوان، حدائق حشیش، ۲/۲۶ مطبعہ سنج شکر، لاہور پاکستان
- ۴۔ علی حسن خان، مآثر صدیقی، ۲/۱۹۱ (نواب صدیق حسن کے حالات زندگی)

- ۵۔ حدائقِ حشش، دیوان احمد رضا خان
- ۶۔ مفتی عباس تسری کے عربی مثنوی، اجناس البھاس، مطبوعہ ہندوستان ۱۳۰۶ھ
- ۷۔ مولانا لطافت حسین مدرس جامعہ فریدیہ اسلام آباد
- ۸۔ مجلہ بینات، مئی ۱۹۸۱ء کراچی
- ۹۔ سبحة المرجان، ص ۲۸۶
- ۱۰۔ آزاد بلگرامی، سرو آزاد، ص ۲۸۳، مطبوعہ دعائی رفاه عامہ، لاہور، پاکستان ۱۹۱۳ء
- ۱۱۔ موسیقی الشعر، ص ۲۱۷، طبع خاص ۱۹۸۱ء مکتبہ انجلو مصر
- ۱۲۔ دیکھئے ان کی کتاب، تاریخ ادب العرب، ص ۱۸۶
- ۱۳۔ سبحة المرجان، ص ۱۵۵
- ۱۴۔ ایضاً، ص ۱۵۲
- ۱۵۔ فیض احمد، مہر منیر (پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے حالات زندگی)، ص ۳۳۸۳، آستانہ گولڑویہ ۱۹۷۶ء
- ۱۶۔ حدائقِ حشش، ۷۶/۲
- ۱۷۔ عبدالحئی حسنی، نزہۃ الخواطر و بچۃ المسامح والنواظر ۷/۹۳، طبع اول، دائرہ معارف عثمانیہ، حیدر آباد دکن ۱۹۳۷ء
- ۱۸۔ محمد زمان خان، سفینۃ البلاغہ، ص ۲۳۱، طبع ہندوستان ۱۳۱۱ھ

